

تعدد ازدواج کی شرعی حیثیت

طاعت صدر*

Abstract:

"Society is formed by individuals. The foundation of society is family life which appears through marriage system. The discipline of society and its moral values depend on family life. In this regard, the topic of Polygamy / Polygyny is also important to understand which means to have more than one wife. There are practical examples of Polygamy in history of different nations and societies. A man could marry more than one woman, but it was limitless job creating social and moral problems before Islam.

In Islam, Polygamy (تعدد ازدواج) is allowed but it is justified only up to four wives at a time. In order to keep balance in family/social life it is necessary to understand the topic in the light of Islamic teachings and instructions. The following article is an analytical research in this regard which can be helpful to develop a realistic point of view."

لغوی و اصطلاحی مفہوم

عربی لغت کے اعتبار سے عدد و تعداد سے مراد عدد میں زائد ہونا لیجا تا ہے۔ کہا جاتا ہے:

"وَهُمْ يَتَعَادُونَ وَيَتَعَدُونَ عَلَى عَدَدٍ" (۱) وہ ایک خاص تعداد سے زائد ہیں۔

الزوج۔ شوہر، بیوی، ساتھی، جوڑے، کو کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ عرب کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک جوڑا کبھر ہے "عندی زوجا حمام" نیز یہ کہ "و اشتريت زوجی نعال" میں نے ایک جوڑا جوتا خریدا، زوج کی جمع ازدواج ہے۔ (۲)

* استاذ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

"اصطلاحی معنوں میں" تعداد زواج سے مراد ہے۔ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ہے۔"^(۳)

اگر پڑی زبان میں اس کیلئے لفظ Polygyny مستعمل ہے۔ جو کہ یونانی زبان کے لفظ Poly (بمعنی زیادہ اور gyny (بمعنی بیوی یا عورت) سے بناتے ہیں۔ تو Polygyny سے مراد زیادہ بیویاں رکھنا۔ تعداد زواج کیلئے لفظ Polygamy بھی مستعمل ہے۔ لیکن اس کا اطلاق ایک سے زیادہ شوہر یا بیویاں رکھنے پر کیا جاتا ہے۔ تاہم Polygyny سے مراد ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ہے جو کہ ہماری بحث سے متعلق ہے۔ جب مرد ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرتا ہے تو یہ مفہوم صرف Polygyny سے ادا ہو سکتا ہے۔

تعداد زواج کی مشروعتی از روئے قرآن مجید

قرآن مجید میں تعداد زواج کے احکام سورۃ النساء میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کا

ارشاد ہے:

"وَإِنْ خَفْتُمُ الَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَإِنْ كَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ
مَثْنَى وَ ثُلْثَى وَ رُبْعَى فَإِنْ خَفْتُمُ الَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكْتُ اِيمَانُكُمْ
ذِلِّكَ آدُنِي الَّا تَعُولُوا۔"^(۴)

(اگر تم ڈرتے ہو کہ تم بڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کرلو ان عورتوں سے جو تم کو اچھی لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار، اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل نہ کرو گے تو ایک ہی یا اپنی لوگوں سے، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم مائل ہو جاؤ۔)

مودودی عکس بیویں کے قرآن مجید کے مذکورہ حکم کے مفسرین نے تین مفہوم بیان کیے ہیں۔ پہلا مفہوم حضرت عائشہؓ کے اس فرمان سے لیا جاتا ہے جو کہ حضرت عائشہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو تمیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال یا حسن و جمال کی وجہ سے یا ان کے سرپرست نہ ہونے کی وجہ سے لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ ان بچپوں کو جس طرح چاہیں دباؤ میں رکھیں گے وہ ان کے ساتھ خود نکاح کر لیتے۔ اور پھر ان پر ظلم کیا کرتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم لوگوں کو اندیشہ ہو کہ تم بڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو دوسرا عورتیں دنیا میں موجود ہیں۔ ان سے جو تمہیں پسند ہوں ان کے ساتھ نکاح کرلو۔

دوسرامفہوم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیان کردہ تفسیر سے اخذ کیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا کہ جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہ تھی۔ ایک ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا تھا۔ اور جب اس کثرت ازدواج سے مصارف بڑھ جاتے تھے۔ تو مجبور ہو کر اپنے یتیم بھتیجیوں اور بھانجوں اور دوسرے بے اس عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کیلئے چار کی حد مقرر کر دی اور

فرمایا کہ ظلم و بے انصافی سے بچنے کیلئے بہتر ہے کہ ایک سے لے کر چار تک شادیاں کرو جن کے ساتھ عدل قائم کرنا تمہاری استطاعت میں ہو۔

تیسرا مفہوم حضرت سعید بن جبیر اور حضرت قاؤدؓ کے تفسیری ارشادات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ ایسی کے ساتھ عهد جاہلیت میں بھی حسن سلوک کرنے کو اچھا جانا جاتا تھا۔ لیکن ان کے ہاں ایک قباحت تھی کہ خواتین کے ساتھ منصفانہ برداشت کرتے تھے۔ ان سے شادیوں کیلئے ان کے ہاں کوئی تعداد متعین نہ تھی۔ نیز ان کے ساتھ ظالمانہ برداشت کرنا بھی معیوب بات نہ تھی۔ اس وجہ سے ارشاد ہوا کہ اگر قیموں کے ساتھ حسن سلوک نہ کرپا نے کا اندر یہ ہے تو بہتر ہے کہ چار سے زائد شادیاں نہ کرو۔ نیز اس معینہ تعداد میں سے بھی اتنی عورتوں کو نکاح میں رکھو جتنی کے ساتھ تم عادلانہ برداشت کر سکو۔^(۵) سید مودودی میں مذکور ہے کہ آیت کے الفاظ ان تینوں تفسیروں کے متحمل ہیں اور عجب نہیں کہ تینوں مفہوم مراد ہوں۔ نیز اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر تم قیموں کے ساتھ ویسے انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان عورتوں کے ساتھ نکاح کر لو جن کے ساتھ قیمت بچ ہیں۔^(۶)

سورۃ النساء کی اس آیت کے حوالے سے شی و ثلث و رباع کے الفاظ بھی اہل علم کی تشریحات کا مرکز بنتے ہیں۔ مثلاً سید سابق مصری اپنی کتاب فقد الرحمۃ میں امام شافعی، اہل تشیع، اور اہل الظاہر کی آراء پیش کر کے ان کا تجزیہ فرماتے ہیں۔ مثلاً امام شافعی علیہ السلام نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں چار بیویوں تک اکتفا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعی علیہ السلام قول پر ہی تمام علماء کا اجماع ہے۔ لیکن شیعہ اور اہل ظاہر نے اس سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ بہت عجیب اور درواز کار ہے۔ اہل تشیع نے دو (شی) تین (ثلاث) اور چار (رباع) کے اعداد کو جمع کر کے نو (۹) مراد لیے ہیں اور ان کے مطابق نوشادیاں ایک وقت میں جمع کر لینا رسول اللہ ﷺ کے اپنے عمل سے بھی ظاہر ہے۔ لہذا ان عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا گویا سنت خیر الامان علیہ السلام پر عمل کرنا ہے۔ اہل ظاہر نے تو اس سے بڑھ کر یہ کہہ دیا کہ اٹھارہ بیویاں جمع کرنا جائز ہے۔ ان کے نزدیک صیغوں میں عدد تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔ اور جمع کو ظاہر کرنے کیلئے اس میں لفظ داؤ آیا ہے۔ السید سابق فرماتے ہیں کہ عربوں میں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ نو کا عدد کہنا چاہیں لیکن لفظ نو کو چھوڑ کر دو یا تین اور چار کہہ دیں۔ اسی طرح اٹھارہ کہنے کی بجائے چار چھوٹے کہنے لیں۔ لہذا دو و تین تین اور چار چار تو عدد میں حصر ہے۔ یعنی اس سے زائد تعداد مطلوب نہیں ہے۔^(۷)

از روئے حدیث نبوی ﷺ

کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ جن کے مخاطب آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے تعدد ازواج کے قانون کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ قبل از

اسلام جن حضرات کے نکاح میں چار سے زائد خواتین تھیں انہوں نے رسالت ماب ﷺ کے ارشادات عالیہ کے مطابق چار کے علاوہ باتی تمام ازواج کو طلاق دے دی۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

”ان غیلان بن سلمہ النقفی اسلم وله عشرہ نسوہ فی الجاھلیہ فاسلمن
معہ فامر النبی ﷺ ان یتخیر اربعاء منهن“^(۸)

(غیلان ابن سلمہ نقفی نے اسلام قبول کیا تو زمانہ چاہیت میں ان کی دس بیویاں تھیں انہوں نے بھی ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ان میں چار کو چون (لو)۔

حضرت وہب الاسدؓ کی آٹھ بیویاں تھیں۔ فرماتے ہیں:

”اسلمت و عندي ثمان نسوہ فذکرت للنبی ﷺ فقال النبي ﷺ اختر منهن اربعاء“^(۹)

(میں نے اسلام قبول کیا تو میرے پاس آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے اللہ کے نبی سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا ان میں سے چار کو اختیار کرو۔)

شرح السنۃ میں امام بغوی عینیک حدیث کا تذکرہ کیا ہے جس میں پانچ بیویوں والے شوہر کو چار کے اختیار کرنے کا حکم ہوا۔ نفل بن معاویہ بیان کرتے ہیں۔

”اسلمت و تحتی خمس نسوہ ، فسالت النبی ﷺ فقال فارق واحدة
وامسک اربعاء“^(۱۰)

(میں نے اسلام قبول کیا تو میرے پاس پانچ بیویاں تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا ان میں سے ایک کو علیحدہ کرو اور چار کو اختیار کرو۔

تعداد ازواج کے مصالح

نوع بشر کے لیے احکامات الہیہ لاعداد حکمتوں اور مصالح سے پر ہیں ان سے جلب منفعت کے لیے گہرا دراک ضروری ہے۔ لہذا تعداد ازواج کی حکمتوں کو تین عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

معاشرے کا اجتماعی مفاد

تعداد کی کثرت عام حالات میں بھی عزت اور وقار میں اضافہ کرنے کا باعث ہے۔ اس حقیق کا معرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ سارے عالم انسانی ہے۔ جیسا کہ السید سابق مصری کہتے ہیں:

”نمیں ممالک نے کثرت عددی کی قیمت اور پیداوار میں اس کے نتائج جان لیے ہیں۔

نیز جنگوں میں اور جلد بات منوانے میں بھی۔ انہوں نے اپنے شہریوں کی تعداد

برھانے پر اس طرح عمل کیا کہ شادی پر ابھارا اور وہاں کی رعایا میں سے جس کی نسل

زیادہ ہو اس کیلئے انعام رکھا۔“^(۱۱)

انفرادی طور پر کسی ملک کی سرحدوں کی حفاظت اور اجتماعی طور پر اسلام کی نظریاتی حفاظت کیلئے

افراد کی تعداد کی کثرت بہت معنی رکھتی ہے۔ جہاد کے نتیجے میں شہدا کی بیوگان کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ان بیوہ خواتین اور ائمہ خاندانوں کی معاشی کفالت کے لیے دیگر ذرائع ممکن ہے وہ تنائی پیدا نہ کر پائیں جو کہ ان بیوگان کی دوسرا شادی کے ذریعے حاصل کیے جاسکتے ہیں کیونکہ اس کی وجہ سے بیوگان اور قیاموں کی کفالت کا کام خاطر خواہ بنیادوں پر ہو سکتا ہے۔

جہاد اور جنگوں کے علاوہ بھی بعض معاشروں میں یہ فطری روحان ہوتا ہے کہ ان میں مردوں کی بجائے عورتوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اس روحان کا تقاضا بھی بھی ہے کہ مرد ایک وقت میں تین تین، چار چار شادیاں کر لیں۔ اس طرح اس اضافی آبادی کی معاشی کفالت کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ نیز مردوں اور عورتوں کے اخلاق کی حفاظت بھی لیجنی ہو جائے گی۔ اس اہمیت کی پیش نظر عبدالجبار شاکر حشیخیں:

"بس اوقات تعداد زدواج ایک تمدنی ضرورت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ دنیا کے مختلف زمانوں اور مختلف حصوں میں بعض اوقات مردوں کی تعداد عورتوں سے کم ہو جاتی ہے۔ اگر عورتوں کی اس فطری کثرت کو تعداد زدواج کے ذریعے حل نہ کیا جائے تو خود اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس سے کسی اثار کی، بد اخلاقی، بے حیائی اور ضعف تمدن کے اسباب پیدا ہوں گے۔"^(۱۲)

شخصی مصلحت کی خاطر

عبداللہ بن صالح علوان اپنی کتاب "تعداد الزوجات فی الاسلام" میں کہتے ہیں:

"ان تكون الزوجة عقيما لا تلد، والزوج يجب انجاب الاولاد والذرية، و مثل هذا ليس امامه الا احد امرءين: اما ان يطلق زوجته العقيم، او يتزوج الاجرى عليها، ولا شك في ان الزواج عليها اكرم للمرأة، واصلاح لها، والمرأة العاقلة تفضل التعدد على الطلاق."^(۱۳)

(ہو سکتا ہے کہ بیوی بانجھ ہو اور مرد اولاد کا خواہ شمند ہو۔ اسی طرح اس کے سامنے دونوں میں سے ایک بات کا انتخاب کرنے کا مسئلہ ہے۔ یا تو وہ اپنی بانجھ بیوی کو طلاق دے دے۔ یا اس پر ایک اور بیوی لے آئے۔ ظاہر ہے کہ دوسرا بیوی کا آنا عورت کیلئے زیادہ درست ہے اور بہتر ہے۔ اور عقلمند بیوی طلاق پر تعدد کو ترجیح دے گی)

عورتوں کے قدیمی امراض جو کہ لا علاج ہو چکے ہوں ان کے ہوتے ہوئے مرد کو دراستوں میں سے کون سا اختیار کرنا ہوگا عبد اللہ بن صالح علوان کہتے ہیں:

"ان تصاب الزوجة بمرض مزمن او معده او منفر، بحيث لا يستطيع معه الزوج ان يعاشرها معاشرة الا زواج، فالزوج هنا بين حالتين: اما ان يطلقها، واما ان يتزوج عليها اخرى ويقها في عصمته وتحت رعايته، ولا يشك احد في ان الحالة الثانية اكرم و انىل."^(۱۴)

(یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیوی کسی قدیم المدت متعدد یا قابل نفرت مرض میں بیٹلا ہو گئی ہو اور مرد کیلئے ایسی بیوی کے ساتھ معاشرت مشکل ہو گئی ہو تو وہ دو حالات کے درمیان گھر جاتا ہے۔ یا تو اسے طلاق دے اور یا پھر دوسرا بیوی لے آئے اور پہلی کو بھی عصمت نکاح میں باقی رکھے۔ کسی کو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ دوسری صورت ہی زیادہ قابل عزت اور شریفانہ ہے)

سوال یہ بھی ہے کہ کیا مرد بغیر کسی ظاہری مجبوری کے بھی ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس کا جواب عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازنے یہ دیا:

”طاب؛ یعنی: ما شتم وما استحسنتم، فله يتزوج ولو من دون اسباب، لأن هذا ينفعه في كل حال، لأن كبح الشهوة والقيام بما يعين على كبح الغريزة الجنسية و كثرة الأولاد هذا مطلوب، فقد يتزوج لطلب الاولاد، وقد يتزوج لمزيد البعد عن اسباب الفتنة“^(۱۵)

(طاب کا معنی (حکم قرآنی کے موجب) ہے جو تم چاہو یا جیسے تم اچھا خیال کرو۔ لہذا مرد بغیر کسی سبب کے بھی (چار تک) شادیاں کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہر حال میں اس کا فائدہ ہی فائدہ ہے، کیونکہ شہوت پر قابو کرنا اور ایسے اسباب اختیار کرنا جو اس جنسی جذبے کو قابو کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں مطلوب ہے پس جس نے اولاد کی خاطر شادی کی ہے اس نے اسباب فتنہ کو اپنے آپ سے اور بھی زیادہ دور رکھنا چاہا ہے۔)

اخلاقی حکمت

جس معاشرے میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے تو مردوں کیلئے تعدد کے حکم پر عمل کرنا اخلاقی اور سماجی اعتبار سے لازم ہو جاتا ہے بجائے اس کے کہ یہ زائد تعداد بازاروں اور تجارتی خانوں میں دعوت گناہ دینی پھرے۔ یہ وہ مقامات ہیں کہ جہاں عورت کی عزت پامال کرنے والے تو بہت ہوں گے۔ لیکن جو عزت اس کو کسی مرد کی جائز بیوی بن کر عالمی زندگی اختیار کرنے میں حاصل ہے وہ کسی اور حیثیت میں میسر نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو انسانی معاشرے لفظ عزت اور غیرت کے نام تک سے نا آشنا ہیں ان کا مزاج یہ بن چکا ہے کہ بقول ابو ایمنہ بالاں فلپ کے:

"It is a fact that the average married western citizen continue to seek personal sexual freedom out side the freedom of marriage."^(۱۶)

(یہ ایک حقیقت ہے کہ اوسطاً مغرب کا ہر شہری شادی کی آزادی (میسر ہونے) کے پا وجہ دا زدواجی بندھن کے علاوہ بھی جنسی آزادی کا مبتلاشی ہے۔) جنسی بے راہ روی کے تجربات سے گزرنے والوں میں سب سے زیادہ قابل رحم حالت عورت

کی ہے کیونکہ سب سے زیادہ استعمال اسی کا ہوتا ہے۔ ایک اور قبل نفرت برائی اس جنسی انارکی کے طبق سے پیدا ہوتی ہے وہ ہے ناجائز بچوں کا وجود جس کے بارے میں ہندوستان کے ایک مفکر نور احمد رحمانی واشگٹن الفاظ میں کہتے ہیں:

”اگر تعداد زدواج کی اجازت نہ ہو تو وہ عورتیں گھروالی اور شوہروالی نہ بن سکیں گی۔ سماج میں انہیں عزت کا مقام نہ مل سکے گا۔ بلکہ وہ داشتہ بن کر رہ جائیں گی۔ اور ان کو حقوق زندگی سے محروم ہونا پڑے گا۔ جو زناح کی صورت از روئے قانون انہیں حاصل ہوتے ہیں۔ اور ناجائز صفائی تعلق کے نتیجہ میں جوا لاد ہو گی وہ حرامی ہو گی اور تمام پروری حقوق سے محروم رہے گی۔ تعداد زدواج کا قانون مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے۔ اور اس میں اس کے مستقبل و مفاد کا تحفظ ہے۔“^(۱۷)

تعداد زدواج کو حرامی بچوں کی روک تھام کے حل کے طور پر پیش کرنے والوں میں خود مغرب کا تھنک ٹینک سب سے آگے نظر آ رہا ہے جہاں یہ برائی تعداد زدواج کو قانوناً منع کرنے کے عمل کے طور پر سامنے آئی ہے۔ اقوام متحده کی طرف سے شائع ہونے والے ڈیموگراف سالانامہ 1959 کی روپورٹ میں کہا گیا کہ جدید دنیا میں جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔ بعض ممالک مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے ہے۔ یعنی 75% فی صد حرامی بچے، لاتین امریکہ میں اس قسم کے بچوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔ اقوام متحده کے اس ڈیموگراف سالانامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں ایسے بچوں کی پیدائش کا تناسب ایک فیصد سے بھی کم ہے۔^(۱۸)

”تعداد زدواج خاقان کے آئینہ میں“ کے مؤلف نے شیخ عبداللہ مراغی کی کتاب ”الزواج و الطلاق فی جمیع الادیان“ کے مندرجات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حکومت فرانس کے افران اعلیٰ کو اس امر پر بہت تشیش لاحق ہو گئی ہے کہ کہیں بچوں میں ناجائز بچوں کی تعداد ایک کثیر حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور یہ محض تعداد زدواج کی ممانعت کا نتیجہ ہے۔^(۱۹)

ایک مغربی مفکر Mex Nordon کہتا ہے کہ یک زوجی کے قانوناً نافذ ہونے کے باوجود متمدن ممالک میں مرد تعداد زدواج کی حالت میں رہتا ہے۔ ایک لاکھ آدمیوں میں سے مشکل سے ایک آدمی ہو گا جو بستر مرگ پر یہ کہ کے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک عورت کے سوا کسی سے آشنا نہیں ہوا۔ پس اصل مقابله وحدت ازدواج یا کثرت ازدواج کا نہیں ہے بلکہ قانونی اور غیر قانونی تعداد زدواج کے درمیان ہے۔ ترکی ہی کی مثال لے لیجئے وہاں 1926 میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ ہوا جس کی رو سے تعداد زدواج ناجائز قرار دے دیا گیا۔ لیکن آٹھ سال ہی گزرنے پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ غیر قانونی داشتاؤں اور خفیہ طور پر قتل کیے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے

حکومت کے حل و عقد کو اس قانون پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا۔^(۲۰)
 تعداد زواج کا حکم عصمت کے تحفظ اور اخلاقی اقدار کی پاسخی کیلئے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا
 کے وصف سے عاری اقوام مولیٰ نے تعداد زواج کی اجازت نہ دے کر غیر فطری قدام اٹھایا ہے جس کے
 مظاہرے وہاں کوچہ و بازار میں عام ہیں۔ عورتوں کی زائد تعداد اپنے آپ کو فاشی اور عریانی اور آبرو بانگلی
 پر مجبور پاتی ہے۔

تعداد زواج کی شرائط

جہاں تک تعداد زواج کی شرائط کا تعلق ہے، اس پر مفسرین نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ سے
 جو احکام اخذ کیے ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک وقت میں صرف چار بیویوں کے رکھنے کی اجازت
 ہے۔ نیز تمام بیویوں کے ساتھ عدل کا رو یہ رکھنا شرط ہے۔ اس سے بھی اہم سوال یہ ہے کہ کیا تعدد
 ازدواج لازمی حکم ہے یا محض اجازت۔ اس سلسلے میں کہا گیا ہے کہ:

”اسلام نے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے۔ یہ صرف قانونی اجازت ہے
 کوئی فریضہ نہیں ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہو۔ نہ یہ اسلام کا عام و معمور ہے اسی لئے
 مسلم معاشروں اور اسلامی ملکوں میں بھی یہی زوجی ہی کا چلن ہے۔ تعداد زواج کے
 واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔“^(۲۱)

قرآن مجید میں زیادہ نکاح کرنے کی اجازت شرط عدل کے ساتھ ہے۔ وہ حضرات جنہیں
 تعداد زواج کے قانون پر عمل کرنے کیلئے حقوق کی ادائیگی میں جانب داری اور حق تلفی کا ڈرہ مولو انبیاء ایک
 ہی بیوی پر قناعت کرنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ کیونکہ دو شادیاں کر کے کسی بیوی کے ساتھ ناپسندیدہ سلوک
 روکھا تو یہ شخص شریعت کی نظر میں ظالم اور محروم گردانا جائے گا اور یہ ایک حرام عمل کا ارتکاب ہے۔

بیویوں کے ساتھ عدل کے تقاضے پورے کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ فقهاء و مفسرین
 نے احادیث کی روشنی میں ان چیزوں کی حدود مقرر فرمادی ہیں جیسا کہ الصاف برنا، بر ابری کا سلوک
 کرنا، نان و نفقة، لباس و پوشش، رہائش اور شب گزاری میں سب کے ساتھ یکساں بر تاؤ کرنا وغیرہ۔ اس
 ضمن میں امہات المونین کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا بر تاؤ و مونین کیلئے بہترین نمونہ عمل ہے۔

عدل کے ضمن میں ایک نکتہ انتہائی طالب توجہ ہے کہ عدل کی شرط کے ساتھ دلی محبت، اور گہرا
 تعلق یا جذباتی وابستگی شامل نہیں ہے۔ ان تمام معاملات کا تعلق قلب انسانی کے ساتھ ہے جس پر کسی کا
 اختیار نہیں ہے۔ مواخذہ انہی مواقع پر ہے جہاں کوئی شخص مکلف ہو۔ والدین کا معاملہ بھی یہی ہے کہ
 انہیں اپنے بعض بچوں کے ساتھ دلی محبت ہوتی ہے اور بعض کے ساتھ یہ ذرا کم ہوتی ہے۔ لیکن اولاد کے
 خرچ اخراجات میں عدل و مساوات انتہائی مطلوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیویوں کے ساتھ اپنے

جذباتی لگاؤ میں عدم مساوات پر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی۔ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں:

”ان النبی ﷺ کا نیک قسم بین نسائے فیعدل و يقول اللهم هذا قسمی فيما املک فلا تلمنی فيما تملک ولا املك“^(۲۲)

(بے شک نبی ﷺ پر بیویوں کے درمیان (شب بسری کیلئے) باری مقرر فرماتے تھے اور (ازدواجی) حقوق میں انصاف برنتے تھے۔ اور فرماتے تھے اے اللہ جتنا میرے بس میں تھا میں نے برابری کا معاملہ کیا لیکن جو بات میری طاقت سے باہر ہے۔ (یعنی قلبی میلان) اس پر مجھے ملامت نہ فرمा (اور موآخذہ نہ فرمा)

بیویوں کے ساتھ عدل کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ مرد کی اقتضادی حالت اتنی مضبوط ہو کہ وہ ایک سے زائد خاندانوں کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو۔ لہذا تمام بیویوں کو مہر اور نان و نفقہ فراہم کرنے میں برابری کا برتاؤ مرد کی جانب سے ضروری ہے۔ احادیث نبویہ میں نوجوانوں کو معاشی وسعت حاصل ہو جانے تک نکاح کو موخر کرنے کا حکم دیا گیا۔ دراصل یہ حکم اس منشاء الہی کے مطابق ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”ولیستعفف الذين لا يجدون نکاحا حتی یغنیهم الله من فضله“^(۲۳)
 (اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں ہے انہیں چاہیے کہ ضبط سے کام لیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے)

حدیث مبارکہ میں اسی ضبط کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

”وَمِنْ لَمْ يُسْتَطِعْ فَعَلِيهِ بِالصُّومِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجاءَ“^(۲۴)

(اور جسے اسکی (شادی کرنے کی) استطاعت نہ ہو وہ روزہ رکھے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اسے اپنے نفس پر قابو رہے گا)

قرآن و حدیث کے ان ارشادات کے علاوہ تعداد زدواج کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جسمانی تو انائی اور صحت و تندرستی کے لحاظ سے بھی اس قابل ہو کہ ان تمام بیویوں کے خرچ اخراجات پورے کرنے کیلئے روزی کا سکتا ہو۔ دوسرے یہ کہ ان خواتین کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آ سکتا ہو۔ مولانا مودودی عین شرط عدل کے بارے میں فرمایا:

”یہ آیت تعداد زدواج کے جواز کو عدل کی شرط کے ساتھ مشروط کرتی ہے۔ جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا مگر ایک سے زائد بیویاں کرنے کے جواز سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دغا بازی کرتا ہے۔ حکومت اسلامی کی عدالت کو حق حاصل ہے کہ جس بیوی، یا بیویوں کے ساتھ وہ انصاف نہ کر رہا ہو اس کی دادری کرے۔“^(۲۵)

عدل کے وجوہ کے بارے میں اسلام کی تعلیمات میں بہت تاکید پائی جاتی ہے سورہ النساء کی آیت نمبر ۳ میں عدل کی وضاحت کرتے ہوئے قطبی عین عینیہ موقوف اختیار کیا:

”فَمَنْعِ من الزِّيَادَةِ الَّتِي تُؤْذِي إِلَى تَرْكِ الْعَدْلِ فِي الْقُسْمِ وَ حَسْنِ“

(العشرة و ذلك دليل على وجوب ذلك، والله تعالى اعلم،^(۲۶)
 (نا انصافی کے خوف سے دوسری شادی ناجائز قرار دے کہ یہ واضح کر دیا گیا کہ بیویوں
 کے ساتھ عدل کرنا شوہر پر واجب ہے۔)

عدل کے التزام کے بارے میں احادیث نبی ﷺ میں وارد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من كانت لها امراتان فمال الى احداهما جاءه يوم القيمة و شقه مائل۔“^(۲۷)
 (جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو روز قیامت ایسی حالت
 میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو مغلون ج ہوگا)

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے کچھ اور آداب اور شروط سامنے آتے ہیں جن کو لٹوڑ رکھنے سے
 تعدد ازدواج جیسے مشکل فیصلے میں سہولت کی چند صورتیں نکل آتی ہیں مثلاً رشتہ کے تقدس اور حفاظت کی
 خاطر دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی ممانعت درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

”لا يجمع بين المرأة عمتها ولا بين المرأة خالتها۔“^(۲۸)
 (کسی عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی کو اور نبی خالہ کو جمع کیا جائے۔)
 حدیث کی رو سے عورتوں سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق دینے کی شرط پر نکاح
 نہ کرے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”نهیٰ رسول الله ﷺ عن تشرط المرأة طلاق اختتها۔“^(۲۹)
 (رسول اللہ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنی بہن کو طلاق دینے کی شرط لگائے
 عورتوں کو اس ناپسندیدہ طرز عمل کے اختیار کرنے سے منع فرمایا کہ وہ اپنے شوہر کے ندیے
 ہوئے تخفیف تھا اس کا ذکر دوسری بیویوں کے سامنے مجھنے انہیں تکلیف دینے کی نیت سے کریں۔

حضرت اسماءؓ سے مردی ہے:

ترجمہ: (ایک عورت نے دریافت کیہری ایک سوتی ہے کیا مجھے گناہ ہو گا کہ میں شوہر کی
 طرف سے کسی چیز کے حاصل ہونے کا اظہار کروں جو شوہر نے مجھے نہیں دی ہے۔ آپ
 نے فرمایا ایسی چیز کا اظہار کرنے والی جو اسے حاصل نہیں ہوتی ہے جھوٹا باس پہنچنے والی
 کی مانند ہے۔)^(۳۰)

رسالت مآب ﷺ نے اپنے تعدد ازدواج کی وجہ سے نہ صرف تعلیمات اسلامی کو قریب تر کی
 پہنچا دیا بلکہ ان کے ذریعے آپ نے عرب معاشرت کی فتح رسوم کے بہت بھی پاش پاش کیے اور انکار تازہ
 سے ان کے ذہنوں کو منور کیا۔

عہد رسالت مآب ﷺ و ما بعد ادوار میں عصر حاضر کے مقابلے میں تعدد ازدواج کا اصول کا ر

فرماتھا تو اس کے پس منظر میں اس معاشرے کا یہ احساس موجود تھا کہ اسلام میں کسی قسم کی ناالصافی کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ حورتوں کے اندر بھی اپنے حقوق کا شدت کے ساتھ احساس تھا۔ اس وقت کی عدالتیں بھی آج کل کی عدالتوں کی طرح نہیں تھیں کہ انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے متعدد ہے۔ وسیع تر مصالح کے پیش نظر آج بھی تعداد زواج آج بھی بہت سے معاشرتی اور اخلاقی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہو سکتا ہے بشرطیہ ہم غیروں کے مقنی پروپیگنڈا کے تحت احساس کم تری و قدامت کا شکار نہ ہوں بلکہ حقیقت پسندی کا ثبوت فراہم کریں۔



حوالہ جات

- ۱۔ ابن منظور، لسان العرب (دارصادر، بیروت، ۱۹۹۰ء) ۲۸۲/۳
- ۲۔ بلياوي۔ عبد الحفيظ، مصباح الغات، لاہور المصباح، اردو بازار ۱۹۸۳ ص: ۳۵۰
- ۳۔ تنزيل الرحمن، ڈاکٹر، تعلیمی لغت، لاہور مکتبہ خیابان ادب ۱۹۸۳ ص: ۳۹۰
- ۴۔ النساء(4) ۳
- ۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفسیر القرآن، ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۸ء ص: ۱/۳۲۱
- ۶۔ ايضاً
- ۷۔ السيد سابق، مصري، فقه السنة، الفتح لعلام العربي، قاهرہ، سنه، ص: ۲۲۱
- ۸۔ ترمذی، امام، ترمذی، جامع ترمذی، کتاب الکاوح، باب، ماجاء فی رجل یسلم و عنده عشر نسوة۔ حدیث نمبر ۱۱۲۸
- ۹۔ ابو داؤد، امام، سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی من اسلم، عنده نساء کثر من اربع او اختمان۔ حدیث نمبر ۲۲۳۹
- ۱۰۔ بغوی، امام، شرح السنة، کتاب الکاوح، باب المشرک یسلم و تحدی کثر من اربع نسوة او اختمان۔ حدیث نمبر ۲۲۸۹
- ۱۱۔ السيد سابق، فقه السنة۔ کتاب الزواج، باب حکمت العدد، نجف ۲۲ ص: ۱۱۵
- ۱۲۔ شاکر، عبدالجبار (مقدمہ گار)، شادی سے شادیوں تک، محمدی گی خان (مترجم) لاہور، دارالسلام، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۴
- ۱۳۔ علوان، عبد اللہ الناصح، تعدد الزوجات فی الإسلام، ریاض، دارالسلام، س۔ ن۔ ص: ۱۵

١٣۔ ايضاً

١٥۔ ابن باز، عبدالعزيز بن عبدالله، اظهار البيات عن مجاز تعدد الزوجات، مصر، دار الاستقامة، ٢٠٠٥، ص: ٣٠

16. Bilal, Philip, Abu Ameena, Polygamy in Islam, Riyadh, International Islamic publishing house, 2005.P;48

٧١۔ رحمانی، نوراحمد، مولانا، تعداد زواج حقائق کے آئینہ میں، نی دہلی ١٧٦/A میں بازار، ادھلائکاوں جامعہ گر، سن: ص: ٢٢

١٨۔ ايضاً-ص: ٢٢

١٩۔ ايضاً

٢٠۔ ايضاً-ص: ٢٣

٢١۔ رحمانی، نوراحمد، تعداد زواج حقائق کے آئینہ میں، ص: ٥

٢٢۔ ترمذی، امام، جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، حدیث نمبر ١٢٣٠

٢٣۔ النور: ٣٣

٢٤۔ بخاری، امام، اصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب، من لم يطع الباء فليصم، حدیث نمبر ٥٠٦٦

٢٥۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن: ١/٣٢

٢٦۔ قرطی، امام، الجامع لاحکام القرآن، کوئٹہ، مکتبہ رسیدیہ، ج، ٥، ص: ٢٣

٢٧۔ ابو داؤد، امام، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب اقسام میں النکاح، حدیث نمبر ٢١٣٣

٢٨۔ بخاری، امام، اصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لائج المرأة على عمتها، حدیث نمبر ٥١٠٨

٢٩۔ ايضاً، کتاب الشروط، باب الشروط في طلاق، حدیث نمبر ٢٧٢٢

٣٠۔ مسلم، امام، اصحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب لنجھی عن التزویر في اللباس - حدیث نمبر ٥٥٨٣